

گھر کی تعمیر: اسلامی نقطہ نظر

ڈاکٹر ام کلثوم °

گھر زندگی کی ایک بہیادی ضرورت ہے۔ گھر مقامِ رہائش ہی نہیں ایک جاے پناہ بھی ہے جو موسم کی خنیوں اور دیگر خطرات سے حفاظت کرتا ہے۔ تمام جاندار بیشمول حشرات الارض، جنگلی درندے، چوند پرندے اپنے لیے گھر تعمیر کرتے ہیں جہاں وہ آزادی سے رہ سکیں اور آرام و سکون حاصل کر سکیں۔

ہر جانور اپنے خالق ربِ کریم کی عطا کردہ دانش اور رہنمائی کے مطابق اپنے لیے گھر تعمیر کرتا ہے جو اپنی جنس کے لحاظ سے منفرد ہوتا ہے۔ 'بیا، کا گھونسلا، کمڑی کا جالا، شہد کی مکھیوں کا چھٹہ، چیونیوں کے زیریز میں بل، سب اپنی نوعیت کے لحاظ سے فن تعمیر کے شاہکار ہیں۔ کمڑی خود کو اپنے گھر میں محفوظ اور مطمئن خیال کرتی ہے اگرچہ اس کے گھر کی کمزوری کی گواہی اس کے مالک و خالق رب نے خود دی ہے: وَإِنَّ أُوْهَنَ النَّبِيُّوْتَ لَيَبْيَثُ الْعَذَنَكُبُوْتُ^۲ (العنکبوت: ۲۹: ۳۱)

"اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر کمڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔"

ربِ کریم نے ہر جانور کی فطرت میں گھر بنانے کا داعیہ رکھ دیا ہے۔ ان میں سے کوئی درخت کی ٹہنیوں پر اپنا گھر تعمیر کرتا ہے، کوئی اس کی کھوہ میں۔ کوئی پہاڑوں کے غاروں میں بسیرا کرتا ہے تو کوئی ان کی بلندیوں پر۔ پاتو جانور اپنے گھر خود نہیں بناتے۔ انسان ان کے لیے جو قیام گا ہیں بنا دیں وہیں قیام کر لیتے ہیں۔ شہد کی مکھی کا گھر تمام گھروں سے نرالا ہے۔ یہ ایک گھر

° میڈیکل کے شعبہ تدریس سے وابستہ لاہور

ہی نہیں ایک فوڈ فیکٹری ہے، سٹور ہاؤس ہے۔ ہزاروں مکھیوں کو رہائش اور جائے کا مرہبیا کرنے والی ایک کالونی ہے جس کا نظم و ضبط اپنی مثال آپ ہے۔ شہد کی مکھی نے کسی ماہر تغیرات سے رہنمائی حاصل نہیں کی بلکہ اپنے عظیم المرتبت خالق کی براہ راست نگرانی میں اپنی ذمہ داری ادا کر رہی ہے۔ رب کریم کا ارشاد ہے:

اور دیکھو تمھارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پھاڑوں میں اور درختوں میں، اور بیلوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں، اپنے مجھتے بنا، اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس، اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔ (النحل: ۱۶-۲۹)

تمام جانوروں کے گھروں کی بنیادی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ اپنے گھر راستوں سے ہٹ کر اس طرح بناتے ہیں کہ راستوں میں رکاوٹ نہ پیدا ہو۔

۲۔ وہ ناجائز تجاوزات نہیں کرتے۔

۳۔ وہ اپنی کم سے کم ضرورت پر بڑا گھر نہیں بناتے۔

۴۔ وہ ایک دوسرے کی ملکیت کا احترام کرتے ہیں۔ کسی دوسرے کے گھر پر ناجائز قبضہ نہیں کرتے۔

۵۔ گھر کی ملکیت یا قبضے پر بالعموم ان کے مابین جنگ نہیں ہوتی۔

۶۔ وہ اپنا گھر خود بناتے ہیں۔ گھر کی تغیر کے معاملے میں کسی دوسرے کی مدد حاصل نہیں کرتے۔

۷۔ وہ اپنے گھر صاف سترے رکھتے ہیں۔

ان خصوصیات کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ معیاری اور فطری خصوصیات ہیں۔

انسان اور گھر

جنت ارضی پر آمد کے ساتھ ہی انسان اپنے لیے موزوں رہائش کی تغیر و تلاش میں مصروف ہو گیا۔ غاروں کو مسکن بنانے والا انسان جلد ہی تغیراتی علوم و فنون میں مہارت بڑھاتا

چلا گیا۔ اس عظیم خلاق کی ودیعت کردہ ذہانت اور اہلیت کی بنیاد پر نئی نئی اختراعات کا شو قین غاروں اور گھاس پھوس کے جھونپڑوں سے نکل کر عظیم الشان محلات، باغات، ہرام اور فلک بوس عمارتیں تعمیر کرنے لگا۔ ما حل، موسم، فیشن اور وقت کے تقاضوں کے مطابق رہائشی بستیاں تعمیر کی جانے لگیں۔ مکانوں کی تزکیں آرائیش میں مسابقت شروع ہو گئی۔ گھر ایک بنیادی ضرورت ہی نہیں، معیار زندگی کی علامت قرار پایا۔ انسان کی ساری زندگی کی ٹنگ دو ایک آرام دہ شان دار گھر کے لیے قرار پانے لگی۔ جہاں سے اسے تحفظ حاصل ہو، جو اس کی خلوتوں کا پردہ پوش، اس کے وقار اور ذوق کا آئینہ دار ہو!

گھر کی چار دیواری میں ایک شخص کی اپنی سلطنت ہے جہاں کا وہ خود حاکم ہے، اس کو اپنی من مانی کی آزادی ہے۔ گھر کے معاملے میں انسان کی ضرورت کی کوئی حد نہیں۔ کہیں تو ایک مختصر سا گھاس پھونس کا جھونپڑا اس کی تمام ضروریات کے لیے کافی نظر آتا ہے اور کہیں ہزاروں ایکڑ پر مشتمل وسیع و عریض محلات بھی اس کی طمع کی تسلیں سے قاصر ہوتے ہیں جن کی تزکیں و آرائیش اور انتظام و انصرام پر ہی لاکھوں ڈالر مابانہ اٹھ جاتے ہیں اور پھر معیار برقرار رکھنے اور حفاظت و انتظام کے لیے مزید لاکھوں ڈالر در کار ہوتے ہیں۔

انسانی ضروریات کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک آراستہ و پیراستہ گھران کی تکمیل سے قاصر ہے۔ وہ گردونواح میں ایک پوری بستی کا محتاج ہے، دوسرے انسانوں کے تعاون کا متلاشی ہے۔ وہ اپنے دکھ سکھ میں دوسروں کو شریک دیکھنے کا خواہش مند ہے۔ یوں ایک معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ مختلف گھروں کی تعمیر سے ایک ما حل وجود میں آتا ہے۔ ایک ما حل، ایک معاشرے میں رہنے والے افراد ایک دوسرے پر اپنے انداز ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے لیے راحت رسال ہوتے ہیں اور باعث آزار بھی! اچھی بستی اور معاشرہ وہ ہے جہاں کے رہنے والے ایک دوسرے کے لیے زیادہ سے زیادہ مددگار ہوں۔ ایک دوسرے کو دکھ دینے والے نہ ہوں۔ اسلامی معاشرت کا بنیادی اصول یہی ہے:

الْمُسْلِمُ مِنْ سَلَمٍ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وِيدُهُ

مُسْلِمٌ وَهُوَ جِسْ کَيْ زَبَانٌ اُورْ بَاتُهُ سَهْ دوسرے مُسْلِمٌ مَحْفُوظٌ ہوں۔

بستیوں کی اس بنیادی ضرورت کے پیش نظر ایک مہذب معاشرے میں انسانوں کی بودو باش اور تغیر و تنکیل کے کچھ بنیادی اصول و ضوابط طے کر دیے جاتے ہیں تاکہ افراد ایک دوسرے کے لیے باعث راحت ہوں۔ گھروں اور عمارتوں کی تغیر کے لیے متفقہ راستہ انتظامیہ کی جانب سے تغیراتی ضوابط (building rules) مقرر ہوتے ہیں۔ ملک کے بڑے شہروں کے ترقیاتی ادارے ان ضوابط کے اجر اور عمل درآمد کی نگرانی پر مامور ہیں۔ قصبوں میں یونین کوسل یا صلحی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان ضوابط پر عمل درآمد لقینی بنائیں۔

کسی عمارت کی تغیر میں دو بنیادی اصول پیش نظر رکھنا لازم ہے:

- ۱۔ عمارت صحت و صفائی کے اصولوں کے مطابق تغیر ہو۔ اس میں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت کا مناسب انتظام ہو۔

- ۲۔ عمارت کی تغیر پڑوں کے لیے باعث آزار نہ ہو۔

ان اصولوں کی بنیاد پر ہی شہروں اور بستیوں کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے، حتیٰ کہ پورا قصبہ یا شہر ایک وجود کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بستیاں اور شہر کسی قوم کی تہذیب و تمدن کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ”انسان شہر تغیر کرتے ہیں اور شہر انسان بناتے ہیں“۔

شہر بسنا ایک سائننس ہے اور آرٹ بھی۔ شہر کچھ متعین خلاصہ کرنے کا نظر رکھ کر ہی تغیر کے جاتے ہیں۔ بستیوں کو حسن، ترتیب اور توازن عطا کرنا ایک بڑا آرٹ ہے۔ کسی شہر کی تغیر کی منصوبہ بندی میں جمالیاتی ذوق کی تسلیم ہی مقصود نہیں ہوتی بلکہ شہریوں کی مناسب جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لیے سازگار ماحول کی فراہمی ایک اہم ضرورت ہے۔

صحت مند بستیوں کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

- گھر کے لیے مناسب اور باوقار جگہ کی فراہمی۔
- بستی میں گھروں کی ایک ترتیب اور مقتضم تغیر۔
- تجارتی علاقوں کی تخصیص۔
- صفائی اور پاکیزگی کا مناسب اہتمام اور کوڑا کر کٹ کوٹھکانے لگانے کا انتظام۔
- ناجائز تباوؤں اور تغیرات کی روک تھام، خطرناک صنعتوں کے بارے میں ضوابط۔

- رہائشی علاقوں میں آلوگی کا باعث بنے والی صنعتوں کے قیام کی حوصلہ شکنی۔
- بستیوں میں حفاظت اور تفریح کا معقول انتظام۔
- تعلیم اور صحت کی سہولتوں کی فراہمی۔
- بستی کے کمینوں کی فلاخ و بہبود کا انتظام۔

انسانوں کی فلاخ و بہبود کے لیے تین عوامل کا اہتمام لازم ہے:

۱- سہولتوں کی فراہمی ۲- خدمات کی فراہمی ۳- صحت مند ماحول

عالیٰ ادارہ صحت نے ایک صحت مند رہائشی بستی کے لیے درج ذیل سفارشات کی ہیں:

- باوقار رہائش ○ حفاظت کا انتظام ○ خوارک اور صاف پانی کی فراہمی ○ استعمال شدہ پانی کے نکاس کا انتظام ○ متعدد امراض سے بچاؤ کا انتظام ○ شور اور دیگر آلوگی سے بچاؤ کا انتظام ○ غیر محفوظ تغیرات اور نقصان دہ عوامل سے بچاؤ کا انتظام ○ انفرادی اور اجتماعی سطح پر معاشرتی اور سماجی روابط کا انتظام اور ذہنی صحت کے لیے سازگار ماحول کی فراہمی۔

اسلامی معاشرے کی خصوصیات

اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ انفرادی اور اجتماعی حقوق و فرائض میں ایک خوب صورت توازن پیدا کرتا ہے۔ وہ انسان کے انفرادی تشخص اور خود مختاری کو تعلیم کرنے ہوئے اسے ایسے ضوابط اور حدود کا پابند بناتا ہے کہ اس کی یہ خود مختاری کسی دوسرے فرد کے لیے باعث رنج نہ ہو۔ وہ انسان کو اس بنیادی حقیقت سے آگاہ کرتا ہے کہ وہ اپنے ہر عمل کے لیے اپنے اللہ رب العزت کے حضور جواب دہ ہے۔ جواب دہی کا یہ احساس معاشرتی زندگی میں انسانی عمل کو بے گام نہیں ہونے دیتا۔ اسے ایک ذمہ دار شہری بناتا ہے جو صرف اپنے لیے نہیں جیتا بلکہ پورے معاشرے کے لیے خدمت گزار اور راحت رسائی ہوتا ہے۔ اسلام ہر انسان کو معاشرتی قواعد و ضوابط کا پابند بناتا ہے۔ یہ ہماری دینی ذمہ داری ہے کہ اولی الامر کی اطاعت کی جائے جب تک کہ ان کی جانب سے اپنے رب کی معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنَقُوا أَطْبَعُوا اللَّهُ وَاطْبَعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ أَنْكُمْ (النساء: ۵۹) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔

حکام بالا کی اطاعت سے گزیز صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ان کے حکم پر عمل درآمد سے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

معاشرے کو خوب صورت بنانے کے لیے اسلام کے بنیادی احکام درج ذیل ہیں:

- اپنے ہاتھ اور زبان سے کسی دوسرے کے لیے باعث آزار نہ ہوں۔
- جو کچھ اپنے لیے پسند کریں، وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کریں۔
- ہمسایگی کا حق ادا کریں۔
- حسن سلوک اور مہربانی اخلاق و کردار کی بنیاد ہیں۔
- معاشرتی ضابطوں کی حفاظت ایک عہد ہے۔ جب تک وہ اللہ کے احکام سے نہ نکراتے ہوں ان کی ادائیگی لازم ہے۔

ہر انسان کی یہ خواہش ہے کہ اسے پُر امن اور آرام دہ زندگی گزارنے کا موقع حاصل ہو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے امن واطمینان فراہم کرنے والا اور راحت رسائی ہو۔ یہ طریقہ عمل بستیوں کو جنت کا نمونہ بناسکتا ہے ۶

بہشت آنجا کہ آزارے نہ اشد

اسلام کے ان بنیادی قواعد کو مدنظر رکھتے ہوئے گھروں اور بستیوں کی تغیر کے لیے جو احکام دیے گئے ہیں، ان کا تفصیلی تذکرہ کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کی یاد دہانی کر لی جائے کہ اللہ رب العزت نے انسان کو ارادے کی جو قوت نصیب کی ہے اس کو بروے کارلاتے ہوئے جب وہ کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کر گزرتا ہے۔ ہر لمحے اپنے ہاتھ اور زبان کی گنگرانی کرنے والا انسان کسی ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس سے کسی دوسرے کی حق تلفی تو کجا معمولی تکلیف کا بھی اختلال ہو۔

بستیوں کی تغیر میں جن امور کی جانب اسلام ہمیں متوجہ کرتا ہے وہ یہ ہیں:

۱- راستے کے حقوق

۵ کشادگی: راستوں کی کشادگی اسلامی فن تغیر کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ اس کا اصل مقصد راستے چلنے والوں کی سہولت ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ بستیوں کے راستے ہر طرح کی رکاوٹ اور تکلیف وہ امور سے پاک ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: ایک مرتبہ ایک معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ راستے کی کم سے کم چوڑائی سات ذرع (تقریباً اٹھ) رکھی جائے۔ (بخاری)

اس دور کی ٹریفک کو مد نظر رکھتے ہوئے اٹھ چوڑا راستے کافی کشادہ سمجھا جاسکتا ہے۔ اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی بھی بستی میں ٹریفک کے موقع دباؤ کے پیش نظر لگلیوں اور سڑکوں کی چوڑائی کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے تاکہ ٹریفک کے بھاؤ میں کوئی رکاوٹ نہ آنے پائے۔

۶ رکاوٹوں کو ڈور کرنا: اسلام اس بات کو قطعاً ناقابل قبول خیال کرتا ہے کہ راستوں میں کسی طرح کی رکاوٹ پیدا کی جائے۔ اسے تو راستے میں بیٹھنا یا کھڑا ہونا بھی گوارا نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے راہ گیروں کے لیے رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: راستوں میں نہ بیٹھو اور اگر تمھیں ایسا کرنا ہی ہے تو اس کا حق ادا کرو۔ صحابہ کرامؐ نے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ۱۔ اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو، ۲۔ دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنو، ۳۔ سلام کا جواب دو۔ ۴۔ راہ گیر کی رہنمائی کرو، ۵۔ امر بالمعروف اور نبی عن المنکر عمل کرو۔

راستوں کو تکلیف دہ امر سے محفوظ رکھنا اس قدر اہم خیال کیا گیا کہ راستے سے پھر کے ایک چھوٹے ٹکڑے کو ہٹانا بھی صدقہ اور نیکی قرار دیا گیا۔ انسانوں کو خوش کرنا اتنا پندیدہ ٹھیکارا کہ مسکرا کر دیکھنا بھی نیکی قرار پایا۔

فی الواقع کشادہ راستے ماحول کی خوب صورتی اور مکینوں کے آرام و سکون میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلام راستوں کو تنگ کرنے یا رکاوٹ ڈالنے میں کسی عذر کو قبول نہیں کرتا۔ امام غزالیؓ احیاء العلوم میں راستے کے حقوق کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں:

- ۱۔ گھروں کے باہر ایسے ٹکڑے تغیر نہ کیے جائیں جو راستے کی رکاوٹ کا باعث ہوں۔

اس کا اطلاق اب گیٹ کے راستے پر بھی ہوتا ہے۔

۲- راستے میں اس طرح درخت نہ لگائے جائیں جو رکاوٹ اور تنگی کا سبب بن جائیں۔

۳- گھر سے باہر نکلی ہوئی بالکونیاں، چھپے اور برآمدے تعمیر نہ کیے جائیں۔

۴- کھونٹے اور لکڑیاں گاڑ کر راستے میں تجاوزات کی کوشش نہ کی جائے۔

۵- راستے میں جانوروں کو نہ باندھا جائے جو راہ گیروں کے لیے اذیت، رکاوٹ اور

پریشانی کا باعث ہوں۔ اس کا اطلاق اب گاڑیوں کی پارکنگ پر ہوتا ہے۔

۶- راستے میں چکلے اور کوڑا کرکٹ نہ پھینکا جائے۔

۷- راستے میں پانی نہ چھڑکا جائے جو کچھڑا اور پھسلن کا باعث ہو۔ گھروں کا استعمال شدہ پانی راستوں میں بہانے سے احتراز کیا جائے۔

۸- کوئی ایسی تجاوزات نہ کی جائیں جو پانی کے بہاؤ میں رکاوٹ کا باعث بن جائیں۔

جودیں راستے میں ایک پتھر کے روڑے اور کھونٹے کو بھی گوارانہ کرتا ہو وہ دوسری بڑی تجاوزات کوکس طرح گوارا کر سکتا ہے۔ اس بارے میں اسلام کی حساسیت اس قدر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک شخص کا یہ عمل اسے جنت میں لے جانے کا باعث بن گیا کہ اس نے راستے میں درخت کی ایک شاخ دیکھی جو لوگوں کے لیے تکلیف کا سبب بن رہی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ یہ شاخ کاٹ ڈالے گا تاکہ یہ راہ گیروں کے لیے تکلیف کا سبب نہ بنے۔

(مشکوٰۃ، ج ۱۶، ص ۱۸۰)

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

راستے سے پتھر، کاشتیاں بڑی کا ہٹانا صدقہ ہے۔ (مشکوٰۃ، ج ۲۳، ص ۱۸۱۲)

ایک مرتبہ ایک ساتھی نے دریافت کیا:

اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو نفع دینے والا ہو؟ آپؐ نے فرمایا:

راستے کو ازیت دینے والی اشیا سے صاف کرو۔ (مشکوٰۃ، ج ۱۸، ص ۱۸۰۹)

○ راستے کی خوب صورتی: صاف ستر اسٹر اسٹر اگرچہ بذاتِ خود خوب صورتی اور

خوش نمائی میں اضافہ کرتا ہے، تاہم اسلام راستوں کو پُر اطف، خوش گوار اور خوب صورت بنانے کے لیے پُردے اور درخت لگانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس پابندی کے ساتھ کہ وہ راہ میں رکاوٹ کا باعث نہ ہوں۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

اگر کوئی مسلمان ایک درخت لگاتا ہے تو وہ اس کا اجر پائے گا، اس لیے کہ اس سے دوسرے انسان اور جانور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ (بخاری)

درخت جانداروں کے لیے غذا کی فراہمی میں معاون ہو سکتے ہیں۔ راہ چلنے والوں کے لیے سایہ فراہم کرتے ہیں۔ آلوہ فضا کو صاف کرتے ہیں، راستوں کو خوب صورت اور خوش نما بناتے ہیں۔ چنانچہ معاشرے کو آرام دہ اور خوب صورت بنانے کا یہ عمل صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔

اسی ترغیب کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے شہروں کی تغیر میں یہ ہدایت فرماتے کہ مختلف محلوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑی جائے جس میں درخت لگائے جائیں، حتیٰ کہ بستیوں کے چاروں طرف درخت ہوں۔

صفائی اور پاکیزگی

اسلام جسم اور روح کی پاکیزگی اور طہارت کو ایمان کا لازمی جزو قرار دیتا ہے۔ روح کی پاکیزگی کے بغیر تو کوئی شخص مسلم ہو ہی نہیں سکتا۔ جسم کی طہارت اور صفائی ایک صحت مند ماحول اور معاشرے کی تشكیل کے لیے حد رجہ لازم ہیں۔ پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو خالق کائنات کی محبت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ (النوبۃ: ۹) اور اللہ پاک لوگوں سے محبت کرتا ہے،

نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد ابتدائی احکام میں پاکیزگی اختیار کرنے کا واضح حکم ہے:

وَتَبَّأْبَكَ فَطَهَرْ۝ وَالرُّجَزَ فَاهْجُرْ۝ (المدثر: ۵-۷)

اور اپنے کپڑے پاک کرو اور گندگی سے دور رہو۔

صفائی اور نظافت کی اس درجہ اہمیت کے تحت ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ اور پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امور فطرت کا ذکر کیا جن پر عمل ہر پاکیزہ فطرت والا شخص پسند کرتا ہے اور جنہیں تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ان امور میں سے ۹۰ فیصد طہارت اور پاکیزگی سے متعلق ہیں۔ مناسک عبودیت کی ادائیگی میں طہارت بنیادی شرط ہے۔ جب تک جسم، لباس اور جگہ پاک صاف نہ ہو، نماز ادا نہیں ہوتی۔ حج اور عمرہ مکمل نہیں ہوتے۔

نماز کی ادائیگی پر عمل کرنے والا شخص ناپاک نہیں رہ سکتا، گھر اور ماحول کو غلیظ نہیں رکھ سکتا۔ مدینہ کی ریاست اپنے ابتدائی دور میں مالی تنگی اور عسرت کا شکار تھی۔ جہاں کم ہی گھرانے ایسے تھے جنہیں دو وقت کی روٹی پیٹ بھر کر نصیب ہوتی تھیں اور پاکیزگی کے اعلیٰ معیار کے باعث وہاں یماری شاذ تھی۔ ایک ایسی سرزی میں جہاں پانی کی فراہی ایک بڑا مسئلہ تھا وہاں اس امر پر زور دیا گیا کہ اجتماعی اجلاس اور باجماعت نماز میں اپنے جسم کی بو سے بھی دوسروں کو محفوظ رکھا جائے۔ جہاں ہر وقت باوضور ہنئے کا اہتمام ہو، جہاں لگی اور راستے میں کوڑا کر کٹ تو کجا استعمال شدہ پانی تک پھینکنے کو روانہ خیال کیا جائے، جہاں راستوں میں تھونکنے اور غلامظت ڈالنے کا تصور تک نہ ہو، ایسا معاشرہ کیوں صحیح مند معاشرہ نہ ہوگا۔ پاک روح، پاکیزہ جسم ہی میں قیام کرتی ہے، اور پاکیزہ ماحول ہی میں پنپتی ہے۔

پژو سیوں کے حقوق

عمرہ معاشرت کی بنیاد ادائیگی حقوق پر ہے۔ جس معاشرے کا ہر فرد دوسروں کے حقوق سے متعلق اپنی ذمہ داریاں پہچانتا اور ان کو ادا کرتا ہے، وہ مطمئن اور پر سکون معاشرہ ہے۔ پڑوںی سب سے زیادہ ایک دوسرے کے اچھے یا بے طریقہ اور اخلاق سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے قرآن پاک ادائیگی حقوق کی فہرست میں ”پہلو کے ساتھی“، کا خاص طور سے ذکر کرتا ہے، حتیٰ کہ دورانِ سفر عارضی قائم ہونے والے پڑوںی کے ساتھ بھی احسان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا

(۳۶:۳) ہے۔ (النساء)

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا روایہ ماحول کو خوش گوار رکھنے میں نہایت اہم ہے۔ ایک دوسرے کے لیے احترام اور لحاظ کا جذبہ بہت سی بدمزگیوں کو پیدا ہی نہیں ہونے دیتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: ”کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلم نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے پڑوسی کے لیے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے“ (مسلم)۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: ”خدا کی قسم وہ شخص مسلمان نہیں جس کی شرارت سے اس کے پڑوسی محفوظ نہیں۔“

(بخاری، مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے حقوق کا اس درجہ حکم دیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم السلام کے بقول یہ گمان کیا جانے لگا کہ شاید انھیں وراشت میں حصہ دار ہی بنادیا جائے۔

طبرانی میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑوسیوں کے جو حقوق روایت ہیں، وہ یہ ہیں:

- بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔

- وفات پا جائے تو اس کے جنازے پر جاؤ۔

- قرض مانگے تو اس کو قرض دو۔

- اگر اس کے پاس لباس نہ ہو تو اسے لباس پہناؤ۔

- اسے کوئی نعمت ملے تو اسے مبارک (برکت کی دعا) دو۔

- اسے رنج پہنچے تو اس سے ہمدردی کرو۔

- اپنا گھر اس کے گھر سے بلند نہ کرو کہ اس کی روشنی اور ہوا میں رکاوٹ ہو۔

- اپنے چوپانے کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو۔

اسلام کو یہ ہرگز گوار نہیں کہ کوئی شخص خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ وہ تو اس لیے شور با پتلا کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ پڑوسی کو اس سالمن میں شریک کیا جاسکے۔ وہ تو پھلوں کے چھلکے بھی پڑوسی کے سامنے پھینکنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مبادا اس کے پھوں کو پھل دستیاب نہ ہونے کے باعث چھلکے دیکھ کر احساس محرومی ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کو ایذا پہنچانے کے کچھ کام گنواتے ہوئے ان سے واضح

الفاظ میں منع فرمایا:

- اپنے گھر کی دیوار اور کھڑکی سے پڑوئی کے گھرنے جھانکو۔
- اس کی دیوار پر اپنی تعمیر نہ اٹھاؤ۔
- اپنے گھر کا پرناہ اس کے گھر کی سمت مت لگاؤ۔
- اس کے گھر کے سامنے کوڑا نہ پھینکو۔
- اس کے گھر کا راستہ نگاہ نہ کرو۔

ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو ان الفاظ میں منع فرمایا:

”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوئیوں کے لیے باعث ایدا نہیں ہو سکتا“۔ (بخاری، کتاب الادب)

گھروں کی پرده داری

اسلام اس لحاظ سے بالکل منفرد نظامِ حیات ہے کہ وہ انسان کی نجی زندگی کے اختا کو برقرار رکھنے کا حد رجہ اہتمام کرتا ہے۔ وہ تو گھر کے افراد کو بھی یہ حق نہیں دیتا کہ وہ بغیر اطلاع اپنے گھر میں داخل ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے ساتھیوں کو ہدایت تھی کہ اپنے گھروں میں داخلے سے پہلے کوئی ایسی آواز ضرور پیدا کرو تاکہ گھروں والوں کو تمہارے آنے کی اطلاع ہو جائے۔

گھروں میں داخلے کے بارے میں سورہ الحزاب میں ارشاد ہے:

اے لوگو جو ایمان لائے ہوئے نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔

(الحزاب: ۳۳: ۵۳)

سورۃ النور میں اس حکم کی مزید وضاحت فرمائی گئی:

اے لوگو جو ایمان لائے ہوئے اپنے گھروں کے سواد و سرے گھروں میں نہ داخل ہو اکرو جب تک کہ گھروں والوں کی رضا نہ لے اور گھروں والوں پر سلام نہ بیچ لو یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ

تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے۔ (النور: ۲۷-۲۸)

تجھیہ، ہر شخص کا ایک حق ہے۔ چنانچہ دوسرے کے گھر جھانکنا، باہر سے نگاہ ڈالنا، حتیٰ کہ کسی کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا بھی منوع ہے۔ کسی کے گھر جھانکنے کے بارے میں آپؐ نے فرمایا:

جب نگاہ داخل ہو گئی تو پھر خود داخل ہونے کے لیے اجازت مانگنے کا کیا موقع رہا؟
(ابوداؤد)

مزید فرمایا:

اجازت مانگنے کا حکم تو اسی لیے ہے کہ نگاہ نہ پڑے۔ (ابوداؤد)
گھر کے مکینوں کے اس حق کی حفاظت کا اس قدر اہتمام ہے کہ صحیح میں آپؐ کا ارشاد ہے:

اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو کچھ گناہ نہیں۔

اسلام کی اسی حساسیت کی بنا پر ہر دور میں مسلم گھروں کی تعمیر میں پردے کا خصوصی اہتمام رہا۔ گھر اس انداز میں تعمیر کیے جاتے کہ گھروں کے اندر کمروں، صحن اور چھت پر بھی کسی کی نگاہ نہ پڑے۔ صحن اور چھت کی چار دیواری اتنی بلند رکھی جاتی کہ اہل خانہ وہاں بیٹھے ہوں تو کسی کی نظر پڑنے کا اختلال نہ ہو اور اہل خانہ اطمینان سے کھلی ہوا اور روشنی سے فائدہ اٹھا سکیں۔ حفظان صحت کے لحاظ سے یہ بات اہم ہے کہ روشنی اور تازہ ہوا کا حاصل ہو۔ ان کی موجودگی بذاتِ خود کئی بیماریوں اور معذوریوں سے بچاؤ کا سامان فراہم کرتی ہے۔ کھلی فضائیں بیٹھنے یا رات کو سونے سے تو انائی کی بچت بھی ممکن ہے جو آج کے دور کا ایک اہم مسئلہ ہے۔

ملکیت کا احترام

انسانی زندگی کا سکون اور توازن برقرار رکھنے کے لیے لازم ہے کہ موجود وسائل پر انسانوں کی ملکیت کا حق تعلیم کیا جائے۔ حق ملکیت قائم کرنے کے لیے تمدن کی ترقی کے ساتھ

ساتھ ضابطے رواج پاتے گئے تاکہ باہم نزاع نہ پیدا ہو۔ اسلام انسان کے اس حق کے احترام اور تحفظ کا پورا اہتمام کرتا ہے۔

گھر کے حق ملکیت کا احترام فطری تقاضا ہے۔ جانور تک اپنے اس حق کے بارے میں بڑے حساس ہوتے ہیں اور بالعموم وہ ایک دوسرے کے حق کا احترام کرتے ہیں۔ ہر پرندہ اپنا گھونسلا خود تعمیر کرتا ہے۔ کسی دوسرے کے گھونسلے میں قیام پسند نہیں کرتا۔ جگلی جانور دوسرے جانوروں کے بحث میں داخل نہیں ہوتے۔ پرانو جانور تک اپنی کھربی کو بڑی اچھی طرح پچانتے ہیں اور ایک دوسرے کی جگہ پر قبضے کی کوشش نہیں کرتے اور اگر کوئی دوسرا کرنے کی کوشش کرے تو اس پر زبردست جنگ کا امکان رہتا ہے۔

انسانوں کے ماہین پیدا ہونے والے جھگڑوں کی ایک بڑی وجہ زمین ہے۔ انسانوں کے قیمتی وسائل اور صلاحیتیں ان جھگڑوں کی نذر ہو جاتے ہیں۔ قومیں باہم بسر پیکار ہوتی ہیں تو نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

اسلام مسائل کو ان کی جڑ سے اکھاڑ دینے کا قائل ہے۔ ان تنازعات کی اصل اُس زمین کی محبت ہے جہاں انسان کا قیام بڑی مختصر مدت کے لیے ہے۔ اسلام انسانوں کو اس حقیقت کی جانب مسلسل متوجہ کرتا ہے کہ یہاں کیا جانے والا ہر عمل آخرت میں پیش ہو گا اور انہی اعمال کی بنیاد پر آخرت کے انعام کا فیصلہ ہو گا۔ لہذا انسان کوئی ایسا کام نہ کرے جس پر اس روز ندامت کا سامنا کرنا پڑے۔

زمین کی ملکیت کے بارے میں ایک تنازع پیش ہونے پر فیصلے سے قبل آپؐ نے ان الفاظ میں فریقین کو متنبہ فرمایا:

ممکن ہے تم میں سے کوئی ایک اپنی قوتِ گفتار کی بنا پر فیصلہ پر اثر انداز ہو جائے لیکن اس طرح اگر کوئی شخص ایک ایسی چیز حاصل کر لیتا ہے جو درحقیقت اس کی نہیں ہے تو اسے زمین کا وہ مکملرا قیامت کے روز اپنے سر پر اٹھانا پڑے گا۔

یہ تنبیہ ان سچے قبیلے کے لیے کافی تھی۔ تنازع میں لینا ایک کٹھن کام خیال کیا جاتا۔ ہر ایک اس طوق کو اپنی گرد़ن سے اسی زندگی میں اتنا ردِ یانا چاہتا۔

ملکیت کے اس حق کا احترام افراد کے لیے بھی ہے اور اداروں اور حکومتوں کے لیے بھی۔ جس طرح انفرادی ملکیت پر ناجائز قبضہ ناقابل قبول ہے، اسی طرح اجتماعی ملکیت پر بھی ناجائز قبضہ حرام ہے۔ اجتماعی جگہ پر ناجائز تجاوزات نہ صرف دوسروں کے حق ملکیت میں خل اندازی ہے بلکہ راستے کے حق کا اتنا لفڑ بھی ہے۔ ایک انجیجگہ بھی غلط طور پر اپنے گھر میں شامل کرنا یا عام افراد کے لیے ناقابل استعمال بنانا، ایک ایسا غلط کام ہے جس پر موادخہ ہو گا۔

تعمیراتی تزئین و آرائش

جادے ذرائع سے مکان کی تعمیر اور اس کے رنگ روغن میں کوئی تباہت نہیں۔ بالخصوص جب اس کا مقصد موسم کی خیتوں سے بچاؤ اور گھر کی حفاظت ہو لیکن اسلام اسراف کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ معرفین وہ لوگ ہیں جن سے ان کا رب کوئی محبت نہیں کرتا۔ گھروں کی ایسی تزئین و آرائش جس میں نماشیں کا جذبہ ہو، ہرگز پسندیدہ نہیں۔ گھروں کو عیاشی کا مرکزو مظہر بنا دینا قطعاً مطلوب نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھروں کے معاملے میں ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سادگی کی تلقین فرماتے۔

لا حاصل تعمیرات

غیر ضروری تزئین و آرائش سے اگلا قدم لا حاصل تعمیرات کا ہے۔ قرآن ایسی اقوام کا ذکر نہایت نالپسندیدگی سے کرتا ہے جن کا شیوه یہ تھا کہ ہر اونچے مقام پر ایک لا حاصل تعمیر بناؤ لتے۔ سورۃ الشعرا میں ایسی اقوام کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

یہ تمہارا کیا حال ہے کہ ہر اونچے مقام پر لا حاصل ایک یادگار عمارت بناؤ لتے ہو، اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو، گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔ (الشعراء: ۲۱۸-۲۱۹)

اسی سورہ میں ثمود کے بارے میں ارشاد ہے:

کیا تم ان سب چیزوں کے درمیان جو بیہاں ہیں، بس یونہی اطمینان سے رہنے دیے جاؤ گے؟ ان باغوں اور چشمتوں میں؟ ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے رس بھرے ہیں؟ تم پہاڑ کھود کر فخریہ ان میں عمارتیں بناتے ہو۔ اللہ سے ڈردا اور

میری اطاعت کرو۔ (الشعراء: ۲۲-۱۳۶: ۱۵۰)

عاد اور شود دونوں عمارتوں کی تعمیر میں نام آور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان اقوام کے جرائم کی فہرست میں ان کے اس انہاک کا خاص طور سے تذکرہ فرماتے ہیں۔ ان دونوں اقوام کو ان کے ایسے ہی جرائم کی پاداش میں بتاہ و بر باد کر دیا گیا۔

قرآن پاک میں جن امور کی محبت کو رب کریم کے ساتھ تعلق میں رکاوٹ قرار دیا گیا ہے ان میں بھی گھر شامل ہیں۔ ارشادِ بانی ہے:

اے نبی، کہہ دو کہ اگر..... وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔ (التوبہ: ۹: ۲۳)

گھر اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے لیکن اگر یہ نعمت بندے کو اپنے رب کا شکرگزار بنانے کے بجائے غفلت میں ڈالنے کا سبب بن جائے تو یہ اس کی انتہائی بد قسمتی ہو گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وسیع گھر کی دعا بھی مانگتے تھے اور گھروں میں انہاک اور تفاخر کا اظہار کرنے والی تعمیرات سے اظہارنا پسندیدگی بھی فرماتے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے:

- بغیر ضرورت کے تعمیر کی گئی عمارت میں کوئی بھلاکی نہیں۔
- ہر عمارت اپنے مالک کے لیے مصیبت ہے سو اس کے جو کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے تعمیر کی جائے۔
- جو شخص بغیر ضرورت کے تعمیر کرتا ہے قیامت کے روز اسے کہا جائے گا کہ وہ اس عمارت کو اپنے سر پر اٹھائے۔
- قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ عمارتوں کی تعمیر میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔
- لا حاصل تعمیر پر خرچ ہونے والی رقم میں کوئی برکت نہیں۔
- ضروریات پر خرچ کی جانے والی رقم صدقہ ہے، جب کہ نہایش کی غرض سے خرچ کی جانے والی رقم میں کوئی بھلاکی نہیں۔ (ترمذی، تعلیمات اسلامی)

بے مقصد تغیرات اسراف ہیں، وقت اور وسائل کا خیال۔ دنیا کی رہنمائی کے منصب پر فائز امت مسلمہ کس طرح اپنے وسائل لاحاصل مشاغل کی نذر کر سکتی ہے؟

بستیوں کی صورت حال

اسلام کے احکام اور رہنمایاں کو پیش نظر کھا جائے تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہماری بستیوں کی وہ صورت حال ہو جس میں وہ اس وقت ہیں، مثلاً:

- سڑکیں اور گلیاں تنگ ہیں جنہیں باڑھ یا ٹھنکلے لگا کرنا جائز تجاوزات کے ذریعے مزید تنگ کیا جاتا ہے۔
- پانی کے بہاؤ اور نکاسی کا نظام درست نہ ہونے کے باعث بارش وغیرہ کے نتیجے میں پانی سڑکوں پر کھڑا رہتا ہے۔
- گھروں کی تغیریں سڑک کے لیوں کا خیال نہ رکھنے سے بھی پانی کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔
- گٹر کھلے ہوتے ہیں۔ ان سے غلیظ پانی رس رہا ہوتا ہے۔
- دیہاتوں میں نالیاں کھلی ہیں، ان کی صفائی کا کوئی انتظام نہیں۔
- خالی جگہوں پر کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں جس سے بستیاں آسودہ ہوتی ہیں۔ کمھی، مچھر اور دیگر حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں اور صحیتیں بر باد ہوتی ہیں۔
- ناجائز تجاوزات کی تو اس قدر بھر مار ہے کہ ایک اندازے کے مطابق لاہور کی جدید بستیوں میں ۹۰ فی صد کے قریب گھر اس مرض کا شکار ہیں۔
- گھروں کی تغیریں میں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت کا خیال نہیں رکھا جاتا۔
- گھروں کی تغیریں میں پردے کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ چنانچہ چن یا چھتوں پر بیٹھنا کم ہوتا جا رہا ہے۔ تازہ ہوا اور روشنی جیسی عظیم الشان نعمتوں سے محرومی کئی مسائل کا باعث بنتی ہے۔

حرفِ آخر

گھر ہمارے رب کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جیسا کہ فرمایا گیا کہ جسے سرچھپا نے کو گھر ملا، سفر کے لیے سواری ملی، اور صبح شام پیش بھر کر کھانا مل گیا، اس پر نعمتیں مکمل ہو گئیں۔ اللہ کی اس نعمت پر شکرگزاری کا تقاضا ہے کہ یہ گھر:

- اللہ کے دین کی خدمت میں مددگار ہوں۔
- ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے راستے میں جہاد سے روکنے والے نہ ہوں۔
- یہ تکبیر اور فخر کی علامت نہ بن جائیں۔
- یہ اللہ کے بندوں کے لیے کسی اذیت کا باعث نہ ہوں۔
- پڑوسیوں کے لیے باعث آزار نہ ہوں کہ ان کی ہوا اور روشنی میں رکاوٹ ڈالیں۔
- ان کے لیے بے پر دگی کا باعث ہوں اور ہمارے گھروں کا شور و غل ان کے آرام میں خلل انداز ہو۔
- ان گھروں کی تعمیر کے لیے حاصل کردہ زمین میں ایک انجوں بھی ناجائز طور پر حاصل کردہ نہ ہو۔ ان کی تعمیر میں مال حرام نہ استعمال ہو۔
- یہ گھر راستوں کی پیشگوئی کا باعث نہ ہوں۔ بستیوں کے راستے کشادہ ہوں۔
- ہمارے گھر اور راستے صفائی، پاکیزگی اور نظافت کا عمدہ معیار رکھتے ہوں۔ یہ سادگی اور اسلامی شعار کے عکاس ہوں، نیز ہمیں اپنے رب کا شکرگزار بندہ بنانے والے ہوں۔

ان امور کا اگر خیال رکھا جائے تو پھر ہی یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ انسان اس روز کی جواب دہی سے فتح جائے جب نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا---!